QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 02 (2026)

نوجوان نسل کی فکری تربیت اور نظریاتی استقامت: قرآنی مطالعہ

Intellectual Development and Ideological Resilience among Youth: A Qur'anic Study

Muhammed Afzal Khan,
PhD Scholar Department of Islamic Studies, University of Peshawar Khyber Pakhtunkhwa, Pakistan. muhammadafzalkhan382@gmail.com

Abstract

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا

"*When the youths retreated to the cave and said, 'Our Lord, grant us from Yourself mercy and prepare for us from our affair right guidance 1'".*

Islam positions youth as the core catalyst for civilizational development and ethical resilience. The Quranic narrative of the Ashab al-Kahf (Companions of the Cave) provides a timeless, divinely inspired framework for youth navigating environments of absolute ideological tyranny, moral decay, and cognitive dissonance. Rather than offering a simple historical chronicle, Surah Al-Kahf establishes a robust intellectual defense mechanism, weaving theological foundations in its opening verses with the strategic physical and psychological isolation of the young believers.

The Prophet ﷺ highlighted the spiritual elevation of such steadfastness, stating:

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ... وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ

"There are seven whom Allah will shade on a Day when there is no shade but His... [including] a youth who grew up in the worship of Allah2".

Utilizing a text-critical and contemporary comparative methodology, this study examines how the physical, strategic, and cognitive actions of the Companions of the Cave—from their public theological defense to their pursuit of clean sustenance—act as a timeless model of survival. This paper demonstrates how modern Muslim youth can draw from these paradigms to cultivate cognitive defense and spiritual equilibrium in pluralistic or hostile socio-political landscapes. For translations of the Quranic text, this study consistently employs the translation of Maulana Fateh Muhammad Jalandhari.

Keywords: Ashab al-Kahf, Youth Psychology, Ideological Resilience, Secularism, Qur'anic Hermeneutics, Cognitive Defense.

انسانی تہذیبوں کی تاریخ شاہد ہے کہ اخلاقی اقدار کے تسلسل اور فکری انقلابات کا دارومدار ہمیشہ نوجوان نسل کی نظریاتی پختگی پر رہا ہے۔ اسلام نوجوانوں کو ایک عام عمرانی گروہ سمجھنے کے بجائے انہیں معاشرتی تعمیرِ نو اور نظریاتی استقامت کا بنیادی ستون قرار دیتا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں نوجوانوں کا جوش و جذبہ اگر درست فکری رخ پر گامزن رہے، تو وہ ایک صحت مند تہذیب کا ضامن بنتا ہے۔ اس کے برعکس، یہی جذبہ فکری بگاڑ کا شکار ہو جائے تو تہذیبوں کا زوال تیز ہو جاتا ہے۔

---

1 القرآن، سورۃ الکہف، 18:10، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

2 البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوۃ، دار طوق النجاۃ، بیروت، 1422ھ، حدیث نمبر:660، ج:1، ص:133

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 02 (2026)

عربی زبان میں نوجوان کے لیے "فَتَی" کا لفظ مستعمل ہے۔ لغت کی رو سے اس سے مراد وہ جری اور بہادر جوان ہے جو جسمانی قوت کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقی رفعت اور جود و سخا کا پیکر بھی ہو3۔ قرآن مجید نے دیگر انبیاء کے تذکرے میں بھی اس لفظ کو جرات اور فکری بیداری کے معنی میں استعمال کیا ہے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کفار کا قول نقل ہوا ہے:

قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ

"وہ بولے کہ ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے سنا ہے جس کو ابراہیم کہتے ہیں۔"4

قرآن کا یہ اشارہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ توحید کی حفاظت اور جابرانہ رسوم کے خلاف کھڑے ہونے کی جرات ہمیشہ نوجوان نفوس ہی کے حصے میں آتی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے اس نازک مرحلے کی قدر کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا تھا:

اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ

"پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو: اپنے بڑھاپے سے پہلے اپنی جوانی کو، اپنی بیماری سے پہلے اپنی صحت کو، اپنی محتاجی سے پہلے اپنی مالداری کو، اپنی مصروفیت سے پہلے اپنی فراغت کو، اور اپنی موت سے پہلے اپنی زندگی کو۔"5

دوسری جانب "تربیت" کا لفظ ایسی بتدریج نشو و نما کو ظاہر کرتا ہے جو انسان کو مادی اور باطنی کمال تک پہنچائے6۔ نوجوانوں کی فکری تربیت سے مراد ان کے فہم، عقل اور نظریات کی وہ بیداری ہے جو انہیں اپنے دور کے مادی و فکری فتنوں کی حقیقت سمجھنے کے قابل بنائے۔ اسی طرح "استقامت" کا قرآنی تصور یہ ہے کہ انسان حق کی معرفت حاصل کرنے کے بعد دنیاوی لالچ، سماجی دباؤ یا فکری تشکیک کے سامنے ڈگمگانے سے محفوظ رہے7۔

عصرِ حاضر کے حالات ماضی کے مقابلے میں کہیں زیادہ پیچیدہ ہو چکے ہیں۔ آج کا مسلم نوجوان ایک ایسے دور میں جی رہا ہے جہاں مادی الحاد، لبرل ازم، مابعد جدیدیت کی لائی ہوئی فکری بے راہ روی اور سوشل میڈیا کے الگورتھمز براہِ راست اس کے ایمان پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ جدید دنیا کی مادی چکاچوند اور آسائش پرستی نے سچ اور جھوٹ کے روایتی معیارات کو دھندلا دیا ہے۔ اس فکری انتشار کے نتیجے میں مسلم نوجوان شدید نفسیاتی اور ایمانی تشکیک کا شکار ہو رہا ہے۔ ایسے میں قرآنِ مجید کے پیش کردہ رہنما خطوط کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، کیونکہ قرآن مجید عبادات کا جامع ضابطہ ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی فکر کا تزکیہ کر کے اسے گمراہی سے بچانے کا ایک مستقل نظام فراہم کرتا ہے۔

اصحابِ کہف کا واقعہ کوئی روایتی تاریخی داستان نہیں ہے، یہ عصرِ حاضر کی نوجوان نسل کے لیے فکری استقامت، نظریاتی تحفظ اور مادی فتنوں سے متبادل بچاؤ کا ایک گہرا اسٹریٹیجک خاکہ پیش کرتا ہے۔ اس واقعے کا تفصیلی مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ چند بیدار مغز نوجوانوں نے اپنے دور کے جابر بادشاہ دقیانوس کے شرک اور مادی تسلط کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اپنے ایمان کے تحفظ کے لیے شہر کی آسائشوں کو خیر باد کہا اور غار کی سخت زندگی کو ترجیح دی۔ زیرِ نظر مطالعہ اس بات کی علمی تفتیش کرتا ہے کہ دورِ جدید کا نوجوان ان کے اسوے سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی فکری اور نظریاتی بقا کا سامان کس طرح کر سکتا ہے۔ یہ مقالہ سورہ کہف کی ابتدائی فکری تمہید سے لے کر غار کے نظامِ قدرت اور معاشی و عمرانی تبدیلیوں کے تمام اہم پہلوؤں کا ایک مربوط جائزہ پیش کرتا ہے۔

سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات اور نوجوانوں کی فکری بنیادیں

سورہ کہف کی ابتدائی آٹھ آیات واقعے کا دیباچہ معلوم ہونے کے بجائے انسانی زندگی کا ایک گہرا فکری اور نظریاتی مقدمہ قائم کرتی ہیں۔ ان آیات کا اسلوب علمی ہے، جس میں کائنات کے عارضی پن اور انسان کے حقیقی مقصدِ حیات کو واضح کیا گیا ہے۔ اصحابِ کہف کا تاریخی اقدام اسی فکری تمہید کا ایک عملی مظہر تھا۔

ابتدائی آیات میں نزولِ کتاب کی حقانیت کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

3الراغب الاصفہانی، ابوالقاسم الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، تحقیق: صفوان عدنان داؤدی، دار القلم، دمشق، 1412ھ، مادہ: فتو، ص:624

4القرآن، سورۃ الانبیاء، 21:60، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

5الحاکم، ابوعبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1990ء، ج:4، ص:341، حدیث نمبر:7846

6ابن منظور، جمال الدین، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 2001ء، ج:14، ص:307

7المودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 2004ء، ج:3، ص:12-15

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 02 (2026)

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا ۜ* قَيِّمًا لِّيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّن لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا

"سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر کتاب نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کجی (اور پیچیدگی) نہ رکھی۔ بلکہ سیدھی اور درست کتاب (اتاری) تاکہ لوگوں کو اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے اور مومنوں کو جو اچھے کام کرتے ہیں خوشخبری سنادے کہ ان کے لیے اچھا بدلہ (یعنی بہشت) ہے۔"8

ان آیات میں قرآن مجید نے انسانی عقل کے سامنے ایک واضح رہنما معیار قائم کیا ہے۔ کائنات میں فکر کے جتنے بھی مادی اور فلسفیانہ نظام ہیں، ان میں کجی یعنی "عِوَج" کا ہونا ناگزیر ہے کیونکہ وہ انسانی عقل کی لغزشوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس، وحی الٰہی اپنی ذات میں بالکل سیدھی اور متوازن ہے، جسے قرآن نے "قَیِّمً" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

امام فخر الدین الرازیؒ مفاتیح الغیب میں اس لفظ "عوج" کے معنوی ابعاد کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

العوج يكون في الأجسام وفي المعاني... والمراد هنا عوج الفكر والاعتقاد والتباس المعاني وغموض الإرشاد

"عوج جسمانی اشیاء میں بھی ہوتا ہے اور معنوی چیزوں میں بھی۔ اور یہاں اس سے مراد فکر و اعتقاد کی کجی، معانی کا گنجلک ہونا اور رہنمائی کا مبہم ہونا ہے۔"9

اس کا مطلب یہ ہے کہ فکرِ الٰہی ہر اس لغزش سے پاک ہے جو انسانی فلسفوں کو گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔ اسی طرح علامہ القرطبیؒ لفظ "قیماً" کی تشریح میں فرماتے ہیں:

قيماً يَعْنِي مُعْتَدِلًا لَا اخْتِلَافَ فِيهِ وَلَا تَنَاقُضَ

"قیماً سے مراد معتدل اور مستحکم ہے، جس میں کسی قسم کا اختلاف، تضاد اور کمزوری نہیں پائی جاتی۔"10

امام الطبریؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب کا کجی سے پاک ہونا اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ انسانی فکر کو گمراہی کی وادیوں میں بھٹکنے سے بچاتی ہے 11۔

عقیدے کی بگاڑ کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ انسان مادی دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے یا خالقِ کائنات کے لیے ایسے مادی اوصاف تجویز کرے جو اس کے لائق نہیں ہیں۔ قرآن مجید ایسی ہی فکری گمراہی پر ضرب لگاتے ہوئے کہتا ہے:

وَيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا * مَّا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ ۚ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا

"اور ان لوگوں کو بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا رکھتا ہے۔ اس بات کا نہ تو انہیں کچھ علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو تھا۔ بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے۔"12

یہاں قرآن مجید نے علم نافع کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ علم کے بغیر قائم کیے جانے والے عقائد مادی الحاد اور فکری انحطاط کا سبب بنتے ہیں۔ علامہ القرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مادی عقائد کی بنیاد ہمیشہ ظن و تخمین پر ہوتی ہے، جبکہ حقیقی استقامت صرف علمِ الٰہی سے حاصل ہوتی ہے 13۔

نوجوان نسل کے اس بگاڑ پر داعی کا فکر مند ہونا فطری ہے، مگر اس اضطراب کو مایوسی میں نہیں بدلنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد ہوا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا

"اگر یہ لوگ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید آپ ان کے پیچھے رنج کر کر کے اپنے تئیں ہلاک کر دینے والے ہیں۔"14

---

8 القرآن، سورۃ الکہف، 18:1-2، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

9 الرازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1420ھ، ج:21، ص:78

10 القرطبی، ابو عبد اللہ، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، 1964ء، ج:10، ص:346

11 الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، تحقیق: عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، دار ہجر، قاہرہ، 2001ء، ج:15، ص:198

12 القرآن، سورۃ الکہف، 18:4-5، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

13 القرطبی، ابو عبد اللہ، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، 1964ء، ج:10، ص:345

14 القرآن، سورۃ الکہف، 18:6، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

امام الزمخشریؒ لکھتے ہیں کہ یہاں داعی کے دلی اضطراب کو واضح کیا گیا ہے تاکہ وہ باطل کے غلبے سے مایوس نہ ہو بلکہ متبادل مصلحانہ حکمتِ عملی اختیار کرے15۔

مادی دنیا کی حقیقت اور اس کی ظاہری چمک دمک کا فلسفہ ان آیات میں بیان ہوا ہے:

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا * وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا

"جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم ان لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں عمل کس کے اچھے ہیں۔ اور جو کچھ زمین پر ہے (ایک دن) ہم اس کو چٹیل میدان کر دیں گے۔"16

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی ہر آسائش انسان کے لیے ایک امتحانی پرچہ ہے17۔ مادی کائنات کی یہ خوبصورتی عارضی ہے جسے بالآخر مٹ جانا ہے۔ علامہ عبد الرحمن السعدیؒ اس مادی سجاوٹ کی حقیقت اور آزمائشی پہلو کو نہایت واضح پیرائے میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إنما جعل الله هذه الأرض وما عليها من زينة لنختبرهم أيهم أحسن عملاً، وهو العمل الخالص لوجهه الكريم، والموافق لسنة نبيه

"اللہ نے اس زمین اور اس پر موجود زیب وزینت کو اس لیے بنایا ہے تاکہ انسانوں کو جانچے کہ ان میں سے کون بہترین عمل کرتا ہے۔ اور بہترین عمل وہی ہے جو اللہ کی خوشنودی کے لیے مخلص ہو اور اس کے رسول کی سنت کے عین موافق ہو۔"18

علامہ محمد اقبال نے اپنے خطبات میں اسی نقطۂ نظر کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مادی کائنات مستقل نہیں ہے۔ یہ انسانی خودی کی آزمائش کے لیے ایک متحرک تجربہ گاہ کی حیثیت رکھتی ہے19۔ وہ اپنے کلام میں انسانی خودی کو مادی عناصر پر غالب آنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کُن فَیَکُون
خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
خودی کی خلوتوں میں کبریائی20

قرآن مجید نے دنیا کو "صَعِیدًا جُرُزًا" (چٹیل میدان) قرار دے کر نوجوانوں کے اندر سے مادی دنیا کا خوف اور اس کی عارضی محبت نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اصحابِ کہف کا اپنے ایمان کو بچانے کے لیے محلات کو چھوڑنا اسی فلسفے کا عملی ثبوت تھا کہ جب معاشرے کا فکری ماحول زہر آلود ہو جائے، تو مادی نقصانات کو ہنس کر قبول کر لینا ہی مومن کا حقیقی "حسنِ عمل" ہوتا ہے۔

اصحابِ کہف: ایمان، توکل اور الٰہی نصرت کا قرآنی تصور

اصحابِ کہف کا تین صدیوں سے زائد عرصے پر محیط یہ حیرت انگیز واقعہ انسانی عقل اور روزمرہ کے مادی مشاہدات کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج بن کر سامنے آیا۔ کائنات کی مادی تفہیم میں الجھی ہوئی انسانی عقل اکثر ایسے واقعات کو افسانوی داستان قرار دے کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ قرآن مجید نے اس ذہنی جمود پر چوٹ کرتے ہوئے پکارا:

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا

---

15 الزمخشری، محمود بن عمر، الکشف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربی، بیروت، 1407ھ، ج:2، ص:472

16 القرآن، سورۃ الکہف، 18:7-8، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

17 ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد السلامہ، دار طیبہ، ریاض، 1999ء، ج:5، ص:135

18 السعدی، عبد الرحمن، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2000ء، ص:471

19 Iqbal, Muhammad, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Oxford University Press, Oxford, 2013, p. 157

20 اقبال، محمد، بالِ جبریل، کلیاتِ اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، 2005ء، ص:298

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 02 (2026)

"کیا تم خیال کرتے ہو کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے؟"21

اس مابعد الطبیعیاتی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے قرآن مجید نے انسان کو کائنات کے وسیع ترین نظام پر غور کرنے کی دعوت دی ہے۔ زمین و آسمان کی تخلیق، ستاروں کی لامتناہی گردش اور زندگی کا پورا مادی نظام اپنے اندر اس واقعے سے کہیں زیادہ بڑا اعجاز سموئے ہوئے ہے۔ تاہم، روزمرہ کا تکرار انسانی ذہن کو ان عظیم نشانیوں کے بارے میں غافل کر دیتا ہے۔

علامہ الآلوسیؒ روح المعانی میں اس نکتۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أي ليس قصتهم بأعجب آياتنا، فإن خلق السماوات والأرض وما فيهما من العجائب أعجب منها وأدل على عظيم قدرتنا

"یعنی ان کا یہ قصہ ہماری نشانیوں میں سے کوئی سب سے زیادہ انوکھا نہیں ہے، کیونکہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور ان کے درمیان موجود دیگر عجائب اس سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور ہماری عظیم قدرت پر دلالت کرنے والے ہیں۔"22

آیتِ مبارکہ میں استعمال ہونے والے لفظ "الرَّقِیم" کی لغوی اور تفسیری تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ تحریری یادگار یا کتبہ ہے جس پر ان نوجوانوں کے نام اور ان کا حسب نسب کندہ کرکے غار کے دہانے پر آویزاں کیا گیا تھا۔

امام الطبریؒ اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ کا قول نقل کرتے ہیں:

وقال قتادة: الرقيم اللوح الذي كتبت فيه أسماؤهم وأنسابهم وقصتهم ثم وضع على باب الكهف

"اور قتادہ نے کہا: رقیم سے مراد وہ لوح یا تختی ہے جس پر ان کے نام، ان کا نسب اور ان کا پورا واقعہ تحریر کیا گیا تھا اور پھر اسے غار کے دروازے پر رکھ دیا گیا تھا۔"23

اصحابِ کہف کا یہ غار جغرافیائی اعتبار سے کہاں واقع ہے؟ اس بارے میں مفسرین اور مؤرخین کے مابین ایک طویل علمی بحث موجود ہے۔ عیسائی روایات میں ترکی کے قدیم شہر افسوس کو اس واقعے کا مرکز مانا جاتا ہے، جہاں ان سات سونے والوں کی یادگاریں آج بھی موجود ہیں24۔

تاہم، دورِ جدید میں آثارِ قدیمہ کی دریافتوں نے اردن کے دارالحکومت عمان کے نواحی علاقے 'الرجیب' (قدیم نام الرقیم) میں واقع غار کو اصل جائے وقوع ثابت کیا ہے۔ اردنی مؤرخ محمد تیسیر ظبیان نے 1951ء میں اس غار کی کھدائی کے لیے علمی فضا ہموار کی25۔ اس کے بعد 1961ء میں معروف ماہرِ آثارِ قدیمہ رفیق الدجانی کی سربراہی میں ہونے والی سائنسی کھدائیوں نے حیرت انگیز تاریخی شواہد فراہم کیے۔

غار کے اندر سے آٹھ قدیم مقبرے برآمد ہوئے جن کے پاس انسانی ہڈیاں اور قدیم ظروف ملے۔ اس کے ساتھ ہی غار کی چھت پر ایک قدیم بازنطینی گرجے کے ملیار اور پتھریلے آثار دریافت ہوئے، جس کی بنیادوں پر اسلامی دور میں ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ یہ آثار بعینہٖ سورہ کہف کی آیت 21 کے اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں جس میں مسجد بنانے کا تذکرہ ہے۔ مزید برآں، غار کا دہانہ جنوب کی سمت میں ہے جس کی وجہ سے سورج کی شعاعیں براہِ راست اندرونی حصے پر اثر انداز نہیں ہوتیں26۔

ان نوجوانوں نے بدترین نظریاتی جبر کے ماحول میں جب مادی وسائل سے کٹ کر اس غار میں پناہ لی، تو ان کی زبان پر ایک دعا جاری تھی:

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا

21القرآن، سورۃ الکہف، 18:9، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

22الآلوسی، شہاب الدین، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ، ج:8، ص:200

23الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2000ء، ج:15، ص:199

24القرطبی، ابوعبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، 1964ء، ج:10، ص:350

25ظبیان، محمد تیسیر، موقع اصحاب الکہف، دار الاعتصام، عمان، 1978ء، ص:45

26الدجانی، رفیق، اکتشاف کہف اصحاب الکہف، دار المعارف، عمان، 1964ء، ص:22

"جب وہ جوان غار میں جا بیٹھے تو کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر اپنے ہاں سے رحمت نازل فرما۔ اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہِ یاب (کے سامان) مہیا کر۔"27

جب کوئی انسان شدید ترین فکری یا مادی بحران کا شکار ہوتا ہے تو اس کے اعصاب شل ہو جاتے ہیں۔ مایوسی اور خوف انسان کو فکری انتشار کی طرف لے جاتے ہیں۔ ان بیدار مغز نوجوانوں نے کڑے وقت میں مادی تدبیر کا دامن چھوڑنے کے بجائے اللہ کی رحمت اور "رَشَدً" یعنی ذہنی پختگی اور صائب فیصلے کی قوت کی دعا مانگی۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ "رشد" انسانی عقل کی اس کیفیت کا نام ہے جو مادی نفع و نقصان کے عارضی فریب سے بالاتر ہو کر دل کو ابدی حقیقت پر جما دیتی ہے 28۔ یہ دعا دورِ حاضر کے نوجوانوں کو یہ پیغام دیتی ہے کہ فکری طوفانوں کے درمیان اعصابی توازن اور ایمانی سلامتی صرف باری تعالیٰ سے مضبوط تعلق اور صراطِ مستقیم کی مسلسل دعا سے ہی ممکن ہے۔

حق پر استقامت اور فکری تحفظ کی قرآنی حکمتِ عملی

جب معاشرے کے طاقتور طبقات اپنے مادی اختیارات کے بل بوتے پر باطل کو ہی سچ ثابت کرنے پر تلے ہوں، تو سچے مومنوں کا اصل کردار سامنے آتا ہے۔ اصحابِ کہف کا یہ اسوہ نوجوانوں کو فکری استقلال کا وہ سبق دیتا ہے جو تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیتا ہے۔

قرآن مجید ان نوجوانوں کی بیداری اور ایمانی قوت کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتا ہے:

إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى

"یہ چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دی تھی۔"29

اس آیتِ مبارکہ میں لفظ "فِتْيَة" کا تذکرہ اس نفسیاتی اور عمرانی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فکری جمود کو توڑنے اور حق کی پکار پر لبیک کہنے کا مادہ نوجوان نفوس میں زیادہ پایا جاتا ہے۔

علامہ القرطبیؒ اس لفظ کی گہرائی کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

الْفِتْيَةُ جَمْعُ فَتًى... وَهُمُ الشَّبَابُ الْقَوِيُّ، وإنما قيل لهم ذلك لأنهم كانوا مستعدين لقبول الحق والتضحية في سبيله خلافاً للشيوخ الذين قيدتهم العادات والتقاليد

"الفتیہ فتی کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ مضبوط نوجوان ہیں جنہیں یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ وہ بوڑھوں کے برعکس، جو پرانی عادات اور رسم و رواج کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، حق کو قبول کرنے اور اس کی راہ میں قربانی دینے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔"30

مشرکانہ سلطنت کے سامنے ان نوجوانوں کا کھڑے ہو کر اپنے ایمان کا برسرِ عام اعلان کرنا ان کے عزم کی انتہا تھی:

وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا

"اور ان کے دلوں کو ہم نے اس وقت مضبوط کر دیا جب وہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے ہم اس کے سوا کسی کو معبود پکارنے والے نہیں ہیں اگر ایسا کریں تو ہم نے سخت بے جا بات کہی۔"31

اس مادی دنیا کے سب سے بڑے سیاسی اور عسکری بت کے سامنے ایک توحیدی موقف پر قائم رہنا انسانی ارادے کے بس کی بات نہیں تھی۔ قرآن مجید نے یہاں لفظ "رَبَطْنَا" (ہم نے ان کے دلوں کو باندھ دیا) استعمال کر کے یہ گواہی دی ہے کہ جب بندہ مادی وسائل کی قربانی دے کر حق پر اڑ جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو باطنی مضبوطی اور بے خوفی سے نواز دیتا ہے۔

---

27 القرآن، سورۃ الکہف، 18:10، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

28 الغزالی، ابو حامد، کیمیائے سعادت، ترجمہ از سید ممتاز علی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2002ء، ص:120

29 القرآن، سورۃ الکہف، 18:13، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

30 القرطبی، ابو عبد اللہ، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، 1964ء، ج:10، ص:356

31 القرآن، سورۃ الکہف، 18:14، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 02 (2026)

حافظ ابنِ کثیرؒ اس کی تشریح یوں کرتے ہیں:

وربطنا على قلوبهم أي صبرناهم على مخالفتهم لقومهم ومدينتهم، وقوينا نفوسهم حتى جهروا بالحق ولم يخشوا سطوة الملك وجبروته

"اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا یعنی ہم نے انہیں اپنے لوگوں اور اپنے شہر کی مخالفت پر صبر عطا کیا، اور ان کے نفوس کو اتنی طاقت بخشی کہ انہوں نے برملا سچائی کا اعلان کیا اور وہ بادشاہ کے دبدبے اور اس کے جاہ و جلال سے بالکل خوفزدہ نہ ہوئے۔"32

جب جابر حکمران نے انہیں قتل کرنے یا اپنے شرکیہ عقیدے میں زبردستی واپس لانے کی دھمکی دی، تو انہوں نے فکری سلامتی کے لیے ایک متبادل راستہ اختیار کیا:

وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنشُرْ لَكُمْ رَبُّكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُم مِّنْ أَمْرِكُم مِّرْفَقًا

"اور جب تم ان سے اور جن کی یہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان سے الگ ہو گئے ہو تو غار میں چل کر پناہ لو تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں تمہارے لیے آسانی کے سامان مہیا کرے گا۔"33

یہاں قرآنی طرزِ عمل سے "مثبت علیحدگی" کا ایک عظیم الشان عمرانی تصور ملتا ہے۔ جب معاشرے کا فکری اور اخلاقی بگاڑ اس حد تک بڑھ جائے کہ عام مومن کے لیے اپنے ایمان اور اخلاق کا تحفظ ناممکن ہو جائے، تو عارضی طور پر اس فکری تعفن سے دور ہو جانا ایک ناگزیر ضرورت بن جاتا ہے۔

علامہ القرطبیؒ لکھتے ہیں کہ یہ ہجرت اور علیحدگی فکری سلامتی کی خاطر کفر کے ماحول سے فرار ہونے کی شرعی دلیل ہے:

وفي هذه الآية دليل على فرار المرء بدينه من الفتن، ومفارقة الأهل والوطن خوفاً على عقيدته من الضلال والتبديل

"اور اس آیت میں انسان کے لیے فتنوں سے اپنے دین کو بچا کر بھاگنے اور اپنے عقیدے کو گمراہی و تبدیلی سے بچانے کی خاطر اپنے خاندان اور وطن کو چھوڑ دینے کی شرعی دلیل موجود ہے۔"34

یہ ہجرت کوئی فرار یا بزدلی نہیں ہے، بلکہ یہ اپنے نظریات کو بچا کر مستقبل کی پائیدار جدوجہد کی تیاری کے لیے ایک شعوری فیصلہ ہے۔

اصحابِ کہف کی حفاظت میں الٰہی تدبیر اور اس کے تربیتی پہلو

اصحابِ کہف کا تین صدیوں سے زائد عرصے تک غار کی خاموش تاریکی میں زندہ رہنا کوئی سادہ اور روایتی معجزہ نہیں تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس واقعے کے پردے میں طبیعیاتی، فلکیاتی اور طبی قوانین کا ایک ایسا نظام قائم فرما دیا تھا جو انسانی عقل کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ قرآنِ مجید ان سائنسی اور مادی انتظامات کی جزیات کو نہایت سحر انگیز انداز میں سامنے لاتا ہے۔

سورج کی حرکت اور غار کے اندرونی ماحول کی حفاظت کا تذکرہ اس آیتِ مبارکہ میں ملتا ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ

"اور تم دیکھو جب سورج نکلے تو ان کے غار سے دائیں طرف کو بچا ہوا نکل جائے اور جب غروب ہونے لگے تو ان کے بائیں طرف کتراتا ہوا گزر جائے اور وہ اس غار کے کشادہ میدان میں تھے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔"35

اس مقام پر قرآنِ مجید نے غار کی جغرافیائی سمت اور فلکیاتی حرکیات کا نہایت گہرا مشاہدہ پیش کیا ہے۔ یہاں مادی بقا کے لیے دو اہم عوامل کا ذکر ہے جنہیں "تَزَاوَرُ" اور "تَقْرِضُهُمْ" کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے۔

لغوی اعتبار سے "تزاور" مادہ "زور" سے نکلا ہے جس کے معنی مائل ہونے یا جھکنے کے ہیں، جبکہ "تقرض" مادہ "قرض" سے نکلا ہے جس کے معنی کترانے یا قطع کر دینے کے ہیں36۔

32ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد السلامہ، دار طیبہ، ریاض، 1999ء، ج:5، ص:139

33القرآن، سورۃ الکہف، 18:16، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

34القرطبی، ابو عبد اللہ، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، 1964ء، ج:10، ص:359

35القرآن، سورۃ الکہف، 18:17، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

36ابن منظور، جمال الدین، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 2001ء، ج:4، ص:340

حافظ ابنِ کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اس غار کا دہانہ شمال کی سمت میں واقع تھا37۔ جب سورج مشرق سے ابھرتا تو اس کی تپتی ہوئی شعاعیں غار کے اندرونی حصے میں داخل ہونے کے بجائے دائیں طرف سے کترا کر نکل جاتی تھیں۔ اسی طرح غروب ہوتے وقت سورج کی روشنی بائیں بازو سے خاموشی سے گزر جاتی تھی۔

جدید طبیعیات کے اصولوں کی رو سے اگر سورج کی تپش اور الٹراوائلٹ شعاعیں تین سو سال تک براہِ راست ان کے جسموں پر پڑتیں، تو ان کی جلد جھلس جاتی اور غار کا اندرونی درجہ حرارت ناقابلِ برداشت ہو جاتا۔ مادی اسباب کے تحت غار کا یہ جغرافیائی رخ ایسا منتخب ہوا جہاں بالواسطہ روشنی اور تازہ ہوا مستقل پہنچتی رہی، جس نے اندرونی فضا کو حبس اور تعفن سے محفوظ رکھا۔

جسمانی اور حیاتیاتی تغیرات کا تذکرہ قرآنِ مجید ان الفاظ میں کرتا ہے:

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ

"اور تم انہیں سمجھو کہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم انہیں دائیں اور بائیں کروٹیں بدلواتے تھے۔"38

یہ آیت علمِ طب کا ایک غیر معمولی اور حیرت انگیز اعجاز پیش کرتی ہے۔ جدید طبی تحقیقات بتاتی ہیں کہ جب کوئی انسان طویل عرصے تک ایک ہی پوزیشن میں لیٹا رہے تو اسے فالج یا کوما کے مریضوں کی طرح ایک سنگین طبی مسئلے کا سامنا کرنا پڑتا ہے جسے "بیڈ سور" یا پریشر السر کہا جاتا ہے۔

جسم کا مسلسل وزن ہڈیوں کے ابھرے ہوئے حصوں پر پڑنے کی وجہ سے خون کی باریک رگوں کا اندرونی دباؤ سست ہو جاتا ہے۔ جب بیرونی دباؤ32 ملی میٹر پارے سے تجاوز کر جائے، تو بافتوں کو خون کی سپلائی رک جاتی ہے اور وہ مردہ ہو کر گہرے ناسوروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں39۔

اس طبی مسئلے کا حل قرآنِ مجید نے چودہ سو سال پہلے "وَنُقَلِّبُهُمْ" کے اصول سے فراہم کیا۔ دائیں اور بائیں کروٹ بدلنے کے اس الٰہی نظام نے ان کے اعضاء کو زخموں اور بافتوں کی موت سے بچائے رکھا۔ ان کا یہ طویل قیام ایک عارضی حیاتیاتی موت یا منجمد حیات کی حالت تھی، جس میں دل کی دھڑکن اور میٹابولزم کو انتہائی نچلی سطح پر لا کر جسم کو طویل عرصے تک بغیر خوراک کے محفوظ رکھا گیا۔

مزید برآں، ان کے بچاؤ کے لیے ایک نفسیاتی حفاظتی دیوار بھی قائم کی گئی تھی، جس کے تحت وہ خوابِ غفلت میں ہونے کے باوجود بظاہر بیدار معلوم ہوتے تھے:

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ

مفسرِ اعظم ابو محمد البغویؒ اس اعجاز کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں مستقل کھلی رہتی تھیں تاکہ غار کی نمی اور مٹی سے ان کا پردۂ بصارت ضائع نہ ہو:

قيل كانت أعينهم مفتوحة وهم نيام لئلا تفسدها الأرض بالرطوبة والتراب، فكان الرائي يظنهم أيقاظاً وهم نيام

"اور کہا گیا ہے کہ ان کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں حالانکہ وہ سو رہے ہوتے تھے، تاکہ زمین کی رطوبت اور مٹی ان کی آنکھوں کو خراب نہ کر دے، پس دیکھنے والا انہیں جاگتا ہوا گمان کرتا تھا حالانکہ وہ سو رہے ہوتے تھے۔"40

اس غیر معمولی حالت (سوتے ہوئے کھلی آنکھیں اور کتے کا دہانے پر بیٹھنا) نے ایک ایسا خوفناک اور پر اسرار منظر تخلیق کر دیا تھا، جس نے دیکھنے والوں کے دلوں میں ایسا شدید رعب پیدا کیا کہ کوئی بھی مادی طاقت ان کے قریب جانے کی جرات نہ کر سکی۔

رزقِ حلال، حکمتِ عملی اور صبر: اصحابِ کہف سے تربیتی اسباق

تین صدیوں پر محیط جسمانی جمود اور گہری نیند کے بعد جب یہ بیدار مغز نوجوان الٰہی حکم سے جاگے، تو ان کے مابین ہونے والا مکالمہ اور مادی ضرورت کا سامنا کرنے کی ترجیحات انسانی تاریخ میں فکری اور اخلاقی بقا کی ایک عظیم الشان مثال پیش کرتی ہیں۔ بیداری کے فوراً بعد پیش آنے والے مسائل میں نوجوان نسل کے لیے اعصابی توازن اور ایمانی استقلال کا گہرا سبق موجود ہے۔

---

37 ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد السلامہ، دار طیبہ، ریاض، 1999ء، ج:5، ص:141

38 القرآن، سورۃ الکہف، 18:18، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

39 Harrison, T. R., Harrison's Principles of Internal Medicine, 20th Edition, McGraw-Hill, New York, 2018, Vol. 1, p. 320

40 البغوی، ابو محمد، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1420ھ، ج:3، ص:180

قرآنِ مجید ان کی بیداری کے بعد کے اہم ترین مادی مرحلے اور ان کی معاشی ترجیحات کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا

"تو اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو وہ دیکھے کہ وہاں کون سا کھانا نفیس ہے تو اس میں سے تمہارے کھانے کے لیے کچھ لے آئے اور اسے چاہیے کہ نرمی سے جائے اور تمہارا حال کسی کو نہ بتائے۔"41

صدیوں پر محیط نیند کے بعد جاگنے پر جسمانی طور پر بھوک کا احساس ایک شدید ترین انسانی مادی تقاضا تھا۔ لیکن اس نازک جسمانی حالت، جابر حکمران کے تعاقب کے خوف اور اعصابی تناؤ کے باوجود ان کی سب سے پہلی ترجیح غذا کی حلال اور طیب بنیاد تھی، جس کا اظہار انہوں نے "أَزْكَىٰ طَعَامًا" کے انتخاب سے کیا۔

علامہ الآلوسیؒ روح المعانی میں اس لفظ "ازکیٰ" کی تفسیری وسعت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المراد بأزكى طعاماً أطيبه وأحله، وقيل ما لم يذبح لغير الله، وهذا التحري الشديد في تلك الظروف العصيبة دليل على أن لقمة الحلال هي أساس النور في القلب واستقامة الفكر

"ازکیٰ طعاماً سے مراد یہاں پاکیزہ ترین اور حلال ترین کھانا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کھانا جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو؛ اور ان انتہائی کٹھن حالات میں بھی حلال غذا کی تلاش کا یہ شدید اہتمام اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ لقمۂ حلال ہی دل کے نور اور فکر کی سیدھی راہ کا اصل سرچشمہ ہے۔"42

اسلامی فکر میں حلال روزی اور ایمانی سلامتی کے مابین گہرا ربط پایا جاتا ہے۔ امام غزالیؒ نے "احیاء علوم الدین" میں اس فکری تعلق کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عبادات اور نظریاتی استقامت کے دس حصوں میں سے نو حصے صرف حلال رزق کی جستجو میں پوشیدہ ہیں، کیونکہ حرام غذا انسانی فکر کو اندھیروں میں دھکیل دیتی ہے اور سچ کو قبول کرنے کی صلاحیت چھین لیتی ہے43۔

مادی دور کا نوجوان معاشی تنگی یا سستے مادی فوائد کی لالچ میں آ کر اکثر معاشی اخلاقیات پر سمجھوتہ کر لیتا ہے۔ اصحابِ کہف کا یہ عمل سکھاتا ہے کہ فکری بیداری کا سفر معاشی پاکیزگی کے بغیر ادھورا رہتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی، بوجھل حالات میں اپنی مادی شناخت چھپانے کے لیے پکارا جانے والا لفظ "وَلْيَتَلَطَّفْ" (اور اسے چاہیے کہ نرمی اور باریکی اختیار کرے) نوجوانوں کو یہ سیاسی اور سماجی تدبر دیتا ہے کہ نامساعد حالات میں فکری محاذ قائم رکھتے ہوئے غیر ضروری جارحیت سے بچنا چاہیے۔

امام البغویؒ لکھتے ہیں کہ "تلطف" کا مطلب نہایت برائی، رازداری اور نرمی کے ساتھ اپنے معاملات کو سنبھالنا ہے تاکہ دشمن کو ہماری فکری اور مادی پناہ گاہ کا سراغ نہ مل سکے44۔ یہ اصول عصرِ حاضر کے نوجوان کو سکھاتا ہے کہ مغلوبیت کے دور میں جذباتی نعرہ بازی کے بجائے گہرے تدبر اور خاموش فکری تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔

اصحابِ کہف کے اس پورے واقعے کا سب سے حیرت انگیز ریاضیاتی اور سائنسی پہلو ان کی مدتِ قیام کا نہایت باریک تذکرہ ہے:

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا

"اور وہ اپنے غار میں نو اوپر تین سو سال رہے۔"45

قرآنِ مجید نے یہاں سیدھے انداز میں 309 سال کہنے کے بجائے "تین سو سال اور نو کا اضافہ" کیوں فرمایا؟ اس کی وجہ شمسی اور قمری تقویم کے مابین موجود ریاضیاتی اور فلکیاتی فرق کا سائنسی بیان ہے۔

41القرآن، سورۃ الکہف، 18:19، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

42الآلوسی، شہاب الدین، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ، ج:8، ص:220

43الغزالی، ابو حامد، احیاء علوم الدین، دار المعرفہ، بیروت، 1982ء، ج:2، ص:91

44البغوی، ابو محمد، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1420ھ، ج:3، ص:181

45القرآن، سورۃ الکہف، 18:25، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 02 (2026)

حافظ ابنِ کثیرؒ نے اپنی تفسیری روایت میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کا ایک معروف تاریخی مناظرہ نقل کیا ہے، جس میں ایک یہودی عالم نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ تورات میں اصحابِ کہف کا قیام تین سو سال مذکور ہے جبکہ قرآن مجید میں نو سال کا اضافہ کیوں کیا گیا ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ عیسائی اور یہودی شمسی تقویم کے مطابق تین سو سال کا حساب لگاتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے عربوں کی قمری تقویم کے مطابق نو سال کا اضافہ فرما کر دونوں زمانوں کی سائنسی اور تقویمی حقیقت کو واضح کر دیا46۔

جدید فلکیاتی حسابات اس قرآنی اعجاز کی گواہی یوں دیتے ہیں کہ ایک اوسط شمسی سال تقریباً 365.2422 دنوں پر مشتمل ہوتا ہے، جبکہ ایک اوسط قمری سال تقریباً 354.367 دنوں کا ہوتا ہے۔ دونوں تقویموں کے مابین سالانہ 10.875 دنوں کا مستقل فرق پایا جاتا ہے۔ اگر ہم 300 شمسی سالوں کے کل دنوں کا حساب لگائیں، تو یہ دورانیہ 109,572.66 دنوں کا بنتا ہے۔ اب اگر ان کل دنوں کو اوسط قمری سال کے دنوں پر تقسیم کیا جائے، تو یہ دورانیہ ٹھیک 309.2 قمری سال بنتا ہے47۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر سو شمسی سالوں میں قمری تقویم کے مطابق ٹھیک تین سال کا اضافہ ہو جاتا ہے، اور تین سو شمسی سالوں میں یہ فرق نو سال بنتا ہے۔ چودہ سو سال قبل، جب کوئی جدید رصد گاہیں اور کمپیوٹر موجود نہیں تھے، قرآنِ مجید کا اتنی باریک فلکیاتی حقیقت کو ایک جملے "وَازْدَادُوا تِسْعًا" میں بیان کر دینا اس کتاب کے الٰہی وحی ہونے کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ جدید سائنسی محققین، جیسے ڈاکٹر زغلول النجار، لکھتے ہیں کہ تقویموں کے مابین یہ ریاضیاتی مطابقت قرآنی علمِ ریاضی کا وہ شاہکار ہے جسے جھٹلانا جدید سائنس کے لیے ناممکن ہے48۔

بیداری کے بعد جب ان کا ساتھی شہر گیا تو اس نے دیکھا کہ دقیانوس کا جابرانہ نظام مٹ چکا تھا اور کفر کی جگہ ایمان کا دور دورہ تھا۔ یہ مادی اور سیاسی بدلاؤ نوجوانوں کو فکری صبر سکھاتا ہے کہ باطل کتنا ہی مستحکم کیوں نہ لگے، الٰہی قوانین کے تحت اس کا خاتمہ یقینی ہے۔ مصلحین کو مادی نتائج حاصل کرنے میں جلد بازی کے بجائے اپنے نظریات پر قائم رہ کر موزوں الٰہی وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔

عصرِ حاضر میں نوجوانوں کی فکری استقامت: اصحابِ کہف سے عملی رہنمائی

سورہ کہف کا یہ عظیم الشان بیانیہ وقت کی کسی خاص گلی میں دفن ہو جانے والی کہانی نہیں ہے، بلکہ یہ موجودہ دور کے مسلم نوجوانوں کے لیے فکری اور عمرانی بقا کا ایک فعال منشور پیش کرتا ہے۔ جدید مادی اور الحادی تہذیب نے انسانی روح اور فکر کو جس شدید اعصابی بحران سے دوچار کیا ہے، اس کا حتمی علاج اصحابِ کہف کی عملی حکمتِ عملی میں پوشیدہ ہے۔

موجودہ دور کی سب سے بڑی فکری بیماری مادہ پرستی اور صارفین کی اندھی تقلید ہے، جہاں انسان کے وجود کی قیمت کا تعین اس کی باطنی پاکیزگی کے بجائے اس کے مادی اثاثوں اور ظاہری ٹیکنالوجی سے کیا جاتا ہے۔ یہ رویہ مسلم نوجوانوں کو اخلاقی انحطاط اور مایوسی کی طرف دھکیل رہا ہے۔ اصحابِ کہف کا طرزِ عمل اس مادی بہاؤ کے خلاف ایک کھلا چیلنج ہے۔ انہوں نے شاہی دربار کے پر آسائش جاہ و جلال کو ٹھکرا کر ایک مٹیالے غار کی بے سروسامانی کو ترجیح دی کیونکہ ان کے نزدیک نظریاتی غیرت ہر آسائش پر مقدم تھی49۔

آج کا گلوبلائزڈ دور فکری استعمار کا بدترین نمونہ پیش کر رہا ہے۔ سوشل میڈیا کے ڈیجیٹل الگورتھمز اور مادی اشتہارات دورِ حاضر کا وہ جدید "دقیانوس" ہیں جو نوجوانوں کو اپنی منفرد ایمانی شناخت چھوڑ کر ایک ہی رنگ میں ڈھلنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اس مادی ریلے کے سامنے ایمان کو بچانے کے لیے نوجوانوں کو غارِ کہف جیسی عارضی خلوتِ فکر (ڈیجیٹل ڈیٹاکس) کی شدید ضرورت ہے۔

سید قطبؒ فکری بقا کی اس ضرورت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب مومن برے معاشرے سے عارضی طور پر الگ ہوتا ہے، تو وہ دراصل اپنے اندر کی نظریاتی شمع کو ہوا کے تند جھونکوں سے بچا رہا ہوتا ہے، تاکہ وہ باطل کے سیلاب میں بہہ نہ جائے50۔

46ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد السلامہ، دار طیبہ، ریاض، 1999ء، ج:5، ص:147

47الکحیل، عبد الدائم، الإعجاز الرقمي في القرآن الكريم، دار الرضوان، دمشق، 2006ء، ص:88

48النجار، زغلول، الإعجاز العلمي في القرآن الكريم، دار المعارف، قاہرہ، 2008ء، ص:215

49سید قطب، فی ظلال القرآن، دار الشروق، بیروت، 1992ء، ج:4، ص:2260

50سید قطب، فی ظلال القرآن، دار الشروق، بیروت، 1992ء، ج:4، ص:2261

آج دنیا بھر میں، بالخصوص سیکولر یا معاندانہ معاشروں میں بسنے والے مسلم نوجوانوں کو اپنی اسلامی شناخت برقرار رکھنے میں شدید ترین چیلنجز کا سامنا ہے۔ ایسے معاندانہ ماحول میں اصحابِ کہف کا ماڈل ایمانی بقا کا ایک شاندار راستہ دکھاتا ہے:

جب نوجوانوں نے غار سے نکل کر خوراک حاصل کرنے کا ارادہ کیا، تو انہوں نے "وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا" کا رہنما اصول اپنایا۔ یہ اصول سکھاتا ہے کہ مغلوبیت یا معاندانہ ماحول میں غیر ضروری مادی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے بجائے نرمی، حکمت اور دور اندیشی اختیار کرنی چاہیے تاکہ فتنوں سے بچتے ہوئے نظریات کا خاموش تحفظ کیا جا سکے51۔

اصحابِ کہف نے اکیلے رہنے کے بجائے ایک چھوٹے فکری گروہ کی شکل اختیار کی۔ موجودہ دور کے بگڑے ہوئے سماجی دھارے میں نوجوان اکیلا رہ کر بہ آسانی فکری انتشار کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس لیے ایسی مجالس، علمی حلقوں اور مخلص دوستوں کا باہمی ربط ایمانی بقا کے لیے ناگزیر ہے جو اس کے باطنی وجود کو سہارا دے سکے۔ دورِ جدید کے علمائے عمرانیات، جیسے ڈاکٹر یوسف القرضاوی، لکھتے ہیں کہ اقلیتی فقہ اصحابِ کہف کے اسی اجتماعی اور فکری تحفظ کے ماڈل سے رہنمائی حاصل کرتی ہے جس کا مقصد گروہی شناخت کی حفاظت ہے52۔

اس تاریخی واقعے سے دورِ جدید کے نوجوانوں کے لیے ایک مربوط پانچ نکاتی قرآنی فارمولا اخذ کیا جا سکتا ہے، جو ان کی اخلاقی اور فکری تربیت کا ضامن ہے:

فکری بیداری کی پہلی سیڑھی نظریاتی سچائی کا شعوری ادراک ہے۔ نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ لبرل ازم اور مادی فلسفوں کے مقابلے میں اپنے اسلامی نظریات کا گہرا علمی فہم حاصل کریں اور محض روایتی مسلمان بننے کے بجائے شعوری مومن بنیں، جیسا کہ قرآن نے فرمایا کہ وہ اپنے رب پر سچے دل سے ایمان لائے تھے53۔

جس طرح قرآن نے فرمایا کہ ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا، اسی طرح باطل قوتوں اور ہم عمر ساتھیوں کے دباؤ کے سامنے اپنے اخلاقی اقدار پر ڈٹ جانا اور کسی قسم کی فکری مفاہمت یا دین کے بنیادی اصولوں پر سمجھوتے سے انکار کر دینا ہی استقامت کی روح ہے۔

مشکل ترین حالات میں مادی تدبیر کے اختیار کرنے کے بعد اللہ کی رحمت اور درست فیصلے کی باطنی توفیق کے لیے دعا مانگنا، جو انسان کے اندر نفسیاتی سکون اور باطنی مضبوطی پیدا کرتی ہے۔ اصحابِ کہف کی دعا میں رہنمائی (رشد) سے پہلے رحمت کی التجا اس بات کا ثبوت ہے کہ اعصابی توازن الٰہی رحمت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا54۔

جب فتنوں کی بھرمار ہو، تو سوشل میڈیا کی لایعنی مصروفیات اور اخلاق سوز ماحول سے عارضی طور پر دوری اختیار کر کے اپنی روحانی اصلاح پر توجہ دینا غارِ کہف کی عارضی پناہ گاہ جیسا اثر رکھتا ہے۔ تصوف کی زبان میں اسے "خلوت در انجمن" کہا جاتا ہے، جہاں انسان جسمانی طور پر دنیا میں موجود رہتا ہے مگر اس کا دل مادی آلودگیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

نوجوانوں کو اپنے ذرائع معاش اور جسمانی و روحانی خوراک کے معاملے میں انتہائی حساس ہونا چاہیے۔ جیسا کہ بیداری کے بعد پہلی ترجیح "أَزْكَىٰ طَعَامًا" تھی، پاکیزہ معیشت اور حلال خوراک ہی وہ ایندھن ہیں جو انسانی روح اور فکر کو کجی سے بچا کر صراطِ مستقیم پر قائم رکھتے ہیں۔ قرآن مجید نے بھی طیب غذا اور اچھے اعمال کا باہمی تعلق ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا

"اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو۔"55

نتائج تحقیق

---

51 العلواني، طه جابر، التوحيد والتزكية والعمران: محاولات في الكشف عن السنن الجارية، دار السلام، قاہرہ، 2010ء، ص:145

52 القرضاوي، يوسف، فقه الأقليات المسلمة، دار الشروق، قاہرہ، 2001ء، ص:56

53 المودودی، ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 2004ء، ج:3، ص:12-15

54 سعید رمضان البوطی، کبری اليقينيات الكونية: وجود الخالق ووظيفة المخلوق، دار الفکر، دمشق، 1997ء، ص:340

55 القرآن، سورۃ المؤمنون، 23:51، ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 02 (2026)

زیرِ نظر تحقیقی مطالعے میں اصحابِ کہف کے واقعے کا روایتی تفسیری دائروں سے ہٹ کر دورِ جدید کے مادی، سائنسی اور فکری بحران کے تناظر میں تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس عمیق تحقیقی کاوش سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سورہ کہف کی ابتدائی آٹھ آیات کائنات کے عارضی پن اور انسان کے حقیقی مقصدِ حیات کا ایک نہایت مستحکم نظریاتی خاکہ پیش کرتی ہیں۔ دنیا کی ظاہری چمک دمک اور تمام تر مادی وسائل دراصل انسان کی قوتِ ارادی کی آزمائش کے عارضی میدان ہیں، جن کے سامنے مادی طور پر مغلوب ہونے کے بجائے اپنے نظریاتی وجود کو بچانا ہی مومن کا حقیقی حسنِ عمل ہے۔

مقالے کے سائنسی اور طبیعیاتی مطالعے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ طبیعیاتی، فلکیاتی اور حیاتیاتی قوانین کا غار کے اندر عارضی طور پر معطل یا تبدیل ہو جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ مادی اسباب اپنے طور پر مستقل نہیں ہیں بلکہ مسبب الاسباب کی مشیئت کے تابع ہیں۔ غار کی جغرافیائی سمت، تازہ ہوا کا بالواسطہ نظام اور خون کی گردش برقرار رکھنے کے لیے ان کے جسموں کا مستقل کروٹیں بدلنا جدید طبی قوانین کے عین مطابق پایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تین سو شمسی سالوں اور تین سو نو قمری سالوں کے مابین ریاضیاتی و فلکیاتی فرق کا ایک منفرد قرآنی جملے میں ذکر، قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کا ایک غیر معمولی علمی ثبوت ہے۔ دورِ جدید کا مسلم نوجوان جو سائنسی قوانین کی آڑ میں فکری تشکیک کا شکار ہو رہا ہے، وہ ان آفاقی نشانیوں پر غور کر کے اپنے متزلزل ایمان کو دوبارہ بحال کر سکتا ہے۔

عمرانی اور سماجی نقطۂ نظر سے یہ مقالہ ثابت کرتا ہے کہ اصحابِ کہف کا اسوہ سیکولر، الحادی اور معاندانہ ماحول میں مذہبی اقلیتوں کے لیے فکری استقامت اور ایمانی تحفظ کی ایک مضبوط بقا گائیڈ فراہم کرتا ہے۔ ان کا متبادل پانچ نکاتی قرآنی فارمولا (ایمان، استقامت، دعا، مثبت ہجرت، اور حلال رزق) دورِ جدید کے مسائل کا حتمی روحانی علاج ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 02 (2026)

تجاویز اور سفارشات

مقالے کے اہم نتائج اور عصری تقاضوں کی روشنی میں معاشرے کے مختلف طبقات، تعلیمی اداروں اور مصلحین ملت کے لیے درج ذیل علمی و عملی سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ نوجوان نسل کے تعلیمی نصاب میں نظریاتی استقامت پر مبنی قرآنی مضامین اور اصحابِ کہف کے فکری اصولوں کو لازمی طور پر شامل کیا جائے۔

۲۔ سوشل میڈیا اور جدید ڈیجیٹل آلات کے محفوظ اور اخلاقی استعمال کے لیے تعلیمی اداروں میں باقاعدہ فکری ورکشاپس کا انعقاد کیا جائے۔

۳۔ معاشرے میں معاشی پاکیزگی اور رزقِ حلال کی ترغیب دینے کے لیے مساجد، منبر و محراب اور علمی فورمز کو ترجیحی بنیادوں پر فعال بنایا جائے۔

۴۔ مسلم اقلیتوں کو معاندانہ ماحول میں بقا کے لیے "اعتزالِ مثبت" (حکمتِ عملی پر مبنی دوری) کی مستقل فکری و نفسیاتی تربیت دی جائے۔

۵۔ جامعات میں اسلام اور جدید سائنس کے باہمی تعلق پر مشتمل بین الکلیاتی تحقیقی پراجیکٹس کو خصوصی حکومتی فنڈنگ فراہم کی جائے۔

۶۔ مصلحینِ معاشرہ کے لیے جذباتی نعرہ بازی کے بجائے قرآنی اصولِ "تلطف" (نرمی، خاموشی اور تدبر) کو عملی مشعلِ راہ بنایا جائے۔

۷۔ جدید الحادی افکار اور سائنسی تشکیک کا سامنا کرنے کے لیے عقائد کے اسلامی ڈھانچے اور علم کلام کی تدوینِ نو کی جائے۔

۸۔ مسلم ممالک کے میڈیا ہاؤسز کو مادی اشتہار بازی کی ترویج کے بجائے اخلاق اور تہذیبی اقدار کے تحفظ کا قانونی پابند کیا جائے۔

۹۔ خاندان کے سربراہوں کو بچوں کے لیے صرف مادی آسائشیں فراہم کرنے کے بجائے ان کی فکری و نظریاتی آبیاری کی ترغیب دی جائے۔

۱۰۔ جامعات میں قرآنی ریاضیاتی، فلکیاتی اور طبی اعجازات پر سائنسی بنیادوں پر ریسرچ کو فروغ دینے کے لیے خصوصی شعبے قائم کیے جائیں۔

۱۱۔ نوجوان نسل کی ذہنی الجھنوں اور تشکیک کو دور کرنے کے لیے مساجد اور تعلیمی اداروں میں اسلامی کاؤنسلنگ سینٹرز قائم کیے جائیں۔

۱۲۔ مستند اور قدیم تفسیری روایت کو دورِ جدید کے نوجوانوں کے فہم کے مطابق آسان، جدید اور متبادل زبان میں منتقل کیا جائے۔

۱۳۔ مسلم دانشوروں کو معاندانہ نظام کے چیلنجز کا جواب دینے کے لیے متبادل تعلیمی اور سماجی ماڈلز تیار کرنے چاہئیں۔

۱۴۔ مغرب یا غیر مسلم معاشروں میں مقیم مسلم نوجوانوں کے لیے باہمی ایمانی و نظریاتی جڑت کو مضبوط بنایا جائے۔

مصادر و مراجع

- القرآن الکریم۔
- الآلوسی، شہاب الدین، **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1415ھ۔
- ابن تیمیہّ، تقی الدین، **السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ**، بیروت: دار الآفاق الجدیدہ، 1983ء۔
- ابن کثیر، عماد الدین، **تفسیر القرآن العظیم**، تحقیق: سامی بن محمد السلامہ، ریاض: دار طیبہ، 1999ء۔
- ابن کثیر، عماد الدین، **قصص الانبیاء**، تحقیق: مصطفیٰ عبد الواحد، قاہرہ: دار کتب الکتاب، 1968ء۔
- ابن منظور، جمال الدین، **لسان العرب**، بیروت: دار صادر، 2001ء۔
- ابن قیم الجوزیہ، شمس الدین، **مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین**، بیروت: دار الکتب العربی، 1996ء۔
- اقبال، محمد، **بالِ جبریل (کلیاتِ اقبال)**، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 2005ء۔
- البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح**، بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ۔
- البغوی، ابو محمد، **معالم التنزیل فی تفسیر القرآن**، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1420ھ۔
- البوطی، سعید رمضان، **کبری الیقینیات الکونیۃ: وجود الخالق ووظیفۃ المخلوق**، دمشق: دار الفکر، 1997ء۔
- الحاکم، ابو عبد اللہ، **المستدرک علی الصحیحین**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1990ء۔
- الدجانی، رفیق، **اکتشاف کہف اصحاب الکہف**، عمان: دار المعارف، 1964ء۔
- الرازی، فخر الدین، **مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)**، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1420ھ۔
- الراغب الاصفہانی، ابو القاسم الحسین بن محمد، **المفردات فی غریب القرآن**، تحقیق: صفوان عدنان داؤدی، دمشق: دار القلم، 1412ھ۔
- زبیان، محمد تیسیر، **موقع اصحاب الکہف**، عمان: دار الاعتصام، 1978ء۔

- السعدی، عبد الرحمن، **تیسیر الکریم الرحمن في تفسیر کلام المنان**، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2000ء۔
- سید قطب، **فی ظلال القرآن**، بیروت: دار الشروق، 1992ء۔
- الشربیني، محمد بن أحمد، **مغني المحتاج إلی معرفۃ معاني ألفاظ المنهاج**، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1994ء۔
- الطبری، ابن جریر، **جامع البیان فی تاویل القرآن**، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2000ء۔
- العلواني، طه جابر، **التوحید والتزکیۃ والعمران: محاولات في الکشف عن السنن الجاریۃ**، قاہرہ: دار السلام، 2010ء۔
- الغزالی، ابو حامد، **احیاء علوم الدین**، بیروت: دار المعرفہ، 1982ء۔
- الغزالی، ابو حامد، **کیمیائے سعادت**، ترجمہ از سید ممتاز علی، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2002ء۔
- القرضاوي، یوسف، **فقه الأقلیات المسلمۃ**، قاہرہ: دار الشروق، 2001ء۔
- القرطبی، ابو عبد اللہ، **الجامع لاحکام القرآن**، قاہرہ: دار الکتب المصریہ، 1964ء۔
- الکحیل، عبد الدائم، **الإعجاز الرقمي في القرآن الکریم**، دمشق: دار الرضوان، 2006ء۔
- المودودی، ابو الاعلیٰ، **تفہیم القرآن**، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2004ء۔
- النباہنی، تقی الدین، **الشخصیۃ الإسلامیۃ**، بیروت: دار الامۃ، 2003ء۔
- النجار، زغلول، **الإعجاز العلمي في القرآن الکریم**، قاہرہ: دار المعارف، 2008ء۔
- الندوی، ابو الحسن علی، **الصراع بین الفکرۃ الإسلامیۃ والفکرۃ الغربیۃ**، لکھنؤ: مجلس التحقیقات والنشر، 1980ء۔
- Harrison, T. R., *Harrison's Principles of Internal Medicine*, 20th Edition, New York: McGraw-Hill, 2018.
- Iqbal, Muhammad, *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*, Oxford: Oxford University Press, 2013.
- Dajani, Rafiq, *The Discovery of the Cave of the Seven Sleepers*, Amman: Department of Antiquities, 1964.